

مطالعہ سیرت نگاری: عصری تقاضے اور علمی اہمیت

The Study of Seerah Writing: Contemporary Demands and Academic Importance

Robina Rashid

PhD Scholar, Institute of Arabic and Islamic Studies,
Govt. College Women University Sialkot

Dr Waleed Khan

Lecturer, Institute of Arabic and Islamic Studies,
Govt College Women University Sialkot
Email: waleedkhan764110.wk@gmail.com

Abstract

The biography of the Holy Prophet Muhammad ﷺ (Seerat-un-Nabi) represents a comprehensive code of life and an enduring model of guidance for humanity. In the contemporary era, marked by ethical decline, social disintegration, and ideological confusion, the study of Seerat emerges as an academic and practical necessity. The Prophetic paradigm not only addresses spiritual purification and moral development but also establishes principles of social justice, economic equity, political stability, and intercultural harmony. Its universal relevance provides sustainable solutions to modern challenges by ensuring a balance between material advancement and spiritual elevation. This research underscores the necessity and significance of Seerat in individual, societal, and global contexts, asserting that the re-appropriation of Prophetic guidance is indispensable for achieving holistic human development, social cohesion, and enduring peace.

Keywords: Seerat-un-Nabi, Prophetic Guidance, Necessity, Importance, Ethics, Social Reform, Contemporary Relevance, Human Development

مسلمان دینی اعتبار سے اس بات کے مکلف ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو اپنی زندگی کا لامحہ عمل بنائیں۔ آپ ﷺ کا دیا ہوا زندگی گزارنے کا عملی ثمنہ انسانیت کے استھنام و بقاء کی ضمانت ہے۔ دیگر ضابطہ ہائے زندگی انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں اور صدیوں کے تجربات کے باوجود ان میں غلطی کا امکان موجود ہے۔ آپ ﷺ کا دیا ہوا ضابطہ زندگی و حی پر مبنی ہے اور یہ ضابطہ انسان کے خالق کا دیا ہوا ہے۔ اُسی نے کائنات کو بنایا اور اسے ہی بہتر معلوم ہے کہ کائنات کو کیسے چلانا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت

طیبہ کا مطالعہ کرنا قرآنی نصوص کے حوالے سے لازم ہے۔ قرآن و سنت میں واضح احکام موجود ہیں جن کی رو سے ہم پر لازم ٹھہرتا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"کَانَ خُلُفَةُ الْقُرْآنَ" ⁽¹⁾

"آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے"

یعنی قرآن کی عملی شکل ہمیں رسول اللہ ﷺ کی عملی زندگی کی صورت میں ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے قرآن کے احکام کو عملی شکل میں پیش کیا۔ تبھی ہم قرآن پر عمل کرنے کے قابل ہوئے۔ قرآن نے حکم دیا کہ نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، حج کرو، روزے رکھو، ان تمام احکام کی شکل، ان کی تمام جزئیات کی شکل میں پیش فرمائیں۔ تبھی ہمیں معلوم ہوا کہ نماز کے اوقات، رکعتوں کی تعداد، اس کے ارکان و شرائط کیا ہیں۔ آپ ﷺ کے سامنے کئی لوگوں کی مثالیں ہیں کہ لوگوں نے نماز ادا کی۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا تم نماز کو دوبارہ پڑھ۔ کیونکہ تیری نماز نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أَصْلِي" ⁽²⁾

"جس طرح مجھے نماز ادا کرتے دیکھتے ہو اس طرح نماز ادا کیا کرو"

حج کے مناسک کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کی عملی شکلیں آپ ﷺ نے اپنے عمل سے بیان کیں۔ اگر ان مناسک کی ادائیگی میں معمولی غلطی ہو جائے تو اس کا بہت گبر اثر مرتب ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کسی غلطی کی وجہ سے حج ہی باطل ہو جائے یا حاجی پر قربانی لازم ہو جائے۔ مثلاً عرفہ کے روز اگر مغرب کی اذان سے قبل کوئی شخص مزدلفہ میں داخل ہو جائے اور عرفات کو چھوڑ دے تو اس کا حج باطل ہو جائے گا۔ مناسک حج کی ادائیگی کی ترتیب آپ ﷺ کے عمل سے معلوم ہو گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"خُذُوا عَنِي مَنَاسِكُكُمْ" ⁽³⁾

"مناسک حج مجھ سے سیکھا کرو"

نبی کریم ﷺ قرآن کا عملی نمونہ ہیں:

نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ ﷺ نے اس بات کا ثبوت فراہم فرمایا کہ اللہ کا دین قابل عمل ہے۔ ورنہ کوئی شخص دین پر عمل سے انکار کرتے ہوئے یہ عذر پیش کر سکتا ہے کہ میرے پاس عملی نمونہ

نہیں ہے۔ اس لیے میں عمل نہیں کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے اللہ کے احکام کے قابل عمل ہونے کی شہادت دی۔ اعمال و احکام پر عمل کرنے کا اگر نبوی طریقہ موجود نہ ہو تو قرآن پر عمل کے لا تعداد نہ نہیں اور طریقے اختیار کر لیے جائیں۔ اس صورت میں دین اسلام تو مذاق بن جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ کسی بھی عمل کی اللہ کے ہاں قبولیت کا معیار یہ ہے کہ وہ عمل ایمان کی حالت میں ہو، نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق ہو اور اس میں اخلاق نیت ہو، ریا کاری نہ ہو۔ آپ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ کے بعد ہی ہمیں آپ ﷺ کے طریقے کا پتہ چلے گا۔ بہت سی ایسی مثالیں ہیں کہ ہم بڑے خلوص نیت سے رضاہی کے لیے کچھ اعمال کرتے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے انہیں سنت کے مطابق سمجھ رہے ہوتے ہیں، لیکن وہ اعمال سنت کے مطابق نہیں ہوتے۔ ہمارے تمام تر اخلاق کے باوجود ان کا کوئی اجر و ثواب مرتب نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ سنت کی مطابقت میں نہیں ہوتے۔ انہیں دین کی اصطلاح میں غلو (اپنی طرف سے کیے گئے اضافے کہا جاتا ہے۔ یہ اضافے اعمال کی ادائیگی کے خود اختراع کردہ طریقوں کی شکل میں بھی ہو سکتے ہیں اور نئے نئے اعمال شامل کرنے کی شکل میں بھی ہو سکتے ہیں) اس طرح دین کو اپنی اصل حالت میں قائم رکھنے کے لیے بھی مطالعہ سیرت نہایت ضروری ہے۔ سورہ محمد کی آیت نمبر 33 میں اعمال کی قبولیت کی شرط یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق ہوں۔ فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ" ⁽⁴⁾

"اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو"

"نبی کریم ﷺ نے ہمیں احکام پر عمل کرنے کے طریقوں کے ساتھ ساتھ عمل کرنے کی حدود، شرائط اور معیار سے بھی آگاہ فرمایا۔ مثلاً نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا تو اس میں فرمایا کہ عبادت میں اعتدال اختیار کرو کہ جلد آتنا نہ جاؤ۔ اتنی عبادت کرو کہ مستقل طور پر جاری رکھ سکو۔ چند نوں کے بعد آتا کہ چھوڑ نہ دو۔ تم عبادت کرتے ہوئے آتنا جاؤ گے لیکن اللہ نہیں آتا نہیں گے۔" ⁽⁵⁾

"امامت کرانے والے ایک صحابی نے لمبی قراءت کی تو آپ ﷺ نے انہیں اعتدال اختیار کرنے کا حکم دیا۔" ⁽⁶⁾

اسی طرح عملی زندگی میں بھی اعتدال کی تلقین فرمائی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ چلنے پھرنے کے انداز میں ایک طرف غورو توکبر سے منع فرمایا کہ اکٹر کر مرت چلو۔

"وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا"⁽⁷⁾

"اور زمین میں اکثر کمر مت چلو"

دوسری طرف عاجزی انساری اور تواضع سے چلنے کا حکم دیا سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 63 میں

چلنے کا درست طریقہ بتایا:

"وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هُؤُلَاءِ"⁽⁸⁾

"اور حسن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں"

سورۃ الحسن کی آیت نمبر 19 میں فرمایا:

"وَاقْصِدُ فِي مَشِيَّكَ"⁽⁹⁾

"ابنی چال میں میانہ روی اختیار کرو"

دو انہتاوں کے درمیان اعتدال سے چلنے کا یہ طریقہ آپ ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے دیا۔ ایک

طرف خرچ کرنے کی تلقین فرمائی، دوسری طرف میانہ روی کا حکم بھی دیا کہ ایسا نہ ہو کہ تم خود محتاج بن جاؤ۔

"وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْفُولةً إِلَى عُنْقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُنَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدْ مَلُومًا مَحْسُورًا"⁽¹⁰⁾

"اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہوار کھو اور نہ ہی اسے سارے کاساراکھوں دو کہ پھر تمھیں خود

لامات زدہ تحکماہارا ہیں کر بیٹھنا پڑے"

نمایا میں خشوع و خضوع کا حکم دیا لیکن اس میں اعتدال کی عملی شکل اپنے عمل سے پیش فرمائی۔

"تین صحابہ کرام آپ میں گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا میں آئندہ ہمیشہ راتوں کو عبادت ہی کیا

کروں گا آرام نہیں کروں گا۔ ایک نے کہا میں زندگی بھر شادی نہیں کروں گا عبادت میں ہی مشغول رہوں گا۔

تیسرا نے کہا میں آئندہ ہمیشہ روزہ ہی رکھا کروں گا۔ نبی کریم ﷺ کو اس گفتگو کا علم ہوا، تو آپ ﷺ نے

فرمایا میں تم سے زیادہ اللہ کا خوف اپنے دل میں رکھتا ہوں، اور تم سے زیادہ اللہ کی رضا کا طلب گار ہوں۔ میں راتوں

کو آرام بھی کرتا ہوں اور عبادت بھی کرتا ہوں، میں نے شادیاں بھی کی ہیں، میں روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں

بھی رکھتا۔"⁽¹¹⁾ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے۔ تمہارے اہل و عیال کا تم پر حق ہے۔⁽¹²⁾

گویا آپ ﷺ کے طریقوں پر عمل کرنے میں ہی دین پر عمل کرنا موقوف ہے۔ جب تک ہم

آپ ﷺ کی سیرت کامطالعہ نہیں کریں گے اس وقت تک اُسوہ حسنہ کا علم نہ ہو گا۔ نبی کریم ﷺ ہمارے

لیے مکمل نمونہ حیات ہیں۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ایک ایک شعبہ کے لیے عملی راہنمائی مہیا کی۔ اگر

صرف بدایت انسان تک پہنچانا مقصد ہوتا تو یہ کام فرشتوں کے ذریعے ہو سکتا تھا۔ کفار مکہ کہتے تھے کہ ہمارے لیے توکوئی فرشتہ بدایت کے لیے آنا چاہیے تھا۔ ہم اپنے جیسے انسان کی اطاعت نہیں کریں۔

"فُلَّأَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمِئِنِينَ لَزَلَّنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا نَرْسُولًا" (13)

"فرمادیجیے کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے سکونت پذیر ہوتے تو یقیناً ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اتارتے"

انہیں کہا گیا ہے کہ دنیا میں انسان بس رہے ہیں۔ ان کے لیے انسان ہی نمونہ بن سکتا تھا۔ فرشتوں کے تواہ مسائل اور تقاضے ہی نہیں جو انسانوں کے ہوتے ہیں۔ انسانوں کے لیے انسان ہی نمونہ ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو دشمنوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ دنیوی زندگی کے تمام مسائل آپ ﷺ کو پیش آئے۔ آپ ﷺ نے شادیاں کیں۔ بیٹیوں کی شادیاں کیں۔ عزیزوں کی اموات ہوئیں۔ مساوات انسانی کے عملی نمونے بھی آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے درمیان زندگی گزارتے ہوئے پیش کیے۔ آپ ﷺ نے جنگیں لڑیں۔ زخمی ہوئے۔ دشمن کے ظلم پر انہیں معاف کیا۔ صبر کیا اور برداشت اور رواداری کے نمونے پیش کیے۔ ظلم کے کلی ماحول میں زندگی گزارنے کا نمونہ پیش فرمایا اور مدینہ میں ایک بالادرست سربراہ کے کردار کا نمونہ بھی پیش فرمایا۔ ان تمام پہلوؤں سے آپ ﷺ کے نمونہ حیات کا مطالعہ لازم ٹھہرتا ہے۔

اطاعت کا منصوص حکم

قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کے حوالے سے فرمایا گیا ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (14)

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ موجود ہے" یہ اسوہ حسنہ اس وقت معلوم ہو سکے گا جب ہم آپ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کریں گے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات ہیں جن میں ہمیں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ امر کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہمارا دین مکمل ہی تب ہوتا ہے جب آپ ﷺ کی اطاعت کی جائے۔

اس سلسلے میں فرمایا: "أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ" (15)

"اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو"

"مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ" ⁽¹⁶⁾

"جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی"

"وَمَا الْكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا تَهْكُمْ عَنْهُ فَانْهُوا" ⁽¹⁷⁾

"جو کچھ رسول ﷺ دیں تو وہ لے لو جو نہ دیں اس سے رک جاؤ"

اس موضوع کی متعدد آیات میں منصوص انداز سے ہمیں پابند کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ پر عمل کیا جائے۔ عمل اسی وقت ہو گا جب ہمیں اسوہ نبوی کا علم ہو گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نجات کا مدار اسی میں رکھ دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے۔ ⁽¹⁸⁾ قرآن مجید میں فرمایا تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروتا کہ تم ہدایت پاؤ۔

"إِنْ تُطِيعُوهُ هُنَّتَدُوا" ⁽¹⁹⁾

"اگر آپ ﷺ کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے"

فرمایا: "وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" ⁽²⁰⁾

"اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو کہ تم پر رحم کیا جائے"

نبی ﷺ کی اطاعت کروتا کہ تم سے اللہ محبت کرے:

"وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيمًا" ⁽²¹⁾

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتا ہے تو بے شک وہ بڑی کامیابی سے سرفراز ہوا"

سورۃ الانفال کی آیت نمبر 46 میں فرمایا:

"وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازُعُوا فَتَفَشِّلُوا وَتَنْدَهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ" ⁽²²⁾

"تم اللہ اور اس کے ﷺ کی اطاعت کرو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری

ہوا کھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"

جنگ احمد میں نبی کریم ﷺ نام کے فرمان کی خلاف ورزی ہونے پر فتح شکست اور نقصان میں

بدل گئی۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ نکتہ بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی طرف بھی متوجہ

فرماتے ہیں کہ اس نے تمہاری دنیوی زندگی کو کامیاب اور پر آسانش بنانے کے لیے تمہیں لا تعداد مادی

نعمتیں عطا فرمائی ہیں: "وَإِنْ تَعْدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصِنُوهَا" ⁽²³⁾

"اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ایسا کرنا تمہارے لیے ممکن ہی نہیں"

مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح تمہاری زندگی کو پر آسائش بنانے کے لیے یہ مادی نعمتیں عطا کی گئی ہیں اسی طرح تمہاری اخروی و دنیوی زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے اللہ نے نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ یہ بھی تمہارے لیے بہت بڑا اللہ کا احسان و انعام ہے۔ تم نبی کی حیات طیبہ میں غور کرو، اس پر عمل کرو تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

نبی کریم ﷺ کی حقیقی انقلاب کے بانی

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ اس اعتبار سے بھی ناگزیر ہے کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی تاریخ انسانی کی وہ واحد ہستی ہیں۔ جنہوں نے ایک حقیقی انقلاب برپا کیا۔ انقلاب کا معنی مکمل طور پر کا یا پلٹ کر دینا ہے۔ اقدار اور اخلاق کے معیارات کو مکمل طور پر بدل دینا۔ دنیا میں جتنے بھی انقلاب آئے۔ وہ دراصل جزوی تبدیلیاں تھیں۔ 1789ء میں انقلاب فرانس برپا ہوا۔ 1917ء میں کیونٹ انقلاب آیا۔ اس سے پہلے بھی اس لفظ کا اطلاق درحقیقت جزوی تبدیلیوں (سیاسی قیادت کی تبدیلی، معاشری نظام کی تبدیلی) پر کیا جاتا رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا پیدا کردہ انقلاب حقیقی انقلاب تھا۔ بت پرست قوم کو توحید پرست بنایا۔ جان مال عزت و آبرو کے درپے لوگوں کو ایک دوسرے کی جان کا محافظ بنادیا۔ جانی دشمنوں کو بھائی بھائی بنادیا۔ علم سے کوسوں دور بھاگے والوں کو دنیا کو علم و حکمت کا امام بنادیا۔ انسانی مساوات کی ایسی روایت کا آغاز فرمایا کہ حضرت عمر بلال عبشی کو سیدی کہہ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اخلاقی اقدار اور سوچنے کے انداز اور سودوزیاں کے معیارات کو بدل دیا۔ اعلان نبوت کے وقت کی دنیا کا نقشہ اور آپ ﷺ کی وفات کے وقت کی دنیا میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ یہ انقلاب ایسا دیر پا ہے کہ اس کے اثرات آج تک موجود ہیں۔ یہ سب کچھ آپ نے تنیں برس کے مختصر عرصہ میں کیا۔ دنیا کی تاریخ میں اتنے مختصر عرصہ میں اتنا دیر پا انقلاب کہیں دکھائی نہیں دیتا۔

اس لیے بجا طور پر سیرت طیبہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کا مطالعہ کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک ایسی قوم جس کا کوئی اجتماعی نظام موجود نہ تھا۔ وہ قبائلی زندگی گزارتے تھے۔ ہر قبیلہ الگ الگ اکائی ہوتا تھا اور اس کے معاملات میں کسی کو مداخلت کا حق حاصل نہ تھا، اسے وحدت کی لڑی میں پرو

دیا۔ آپ ﷺ نے عقائد و نظریات میں انقلاب برپا کیا۔ اخلاقی اعتبار سے اس قوم کی اقدار میں مکمل کا یا پلٹ کر کے ان لوگوں کی پسند و ناپسند کے معیار کو بدلتا۔

دعوت دین کے حوالے سے بھی آپ ﷺ کو جس طرح کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا اور ان تمام صورت ہائے احوال کے مطابق آپ ﷺ کے طرز عمل کا مطالعہ کیا جائے تو تبھی دعوت کے ثابت بتائج مرتب ہوں گے۔ مثلاً آپ ﷺ کے پاس عربوں کے قبائلی سردار مذاکرات کے لیے آتے۔ آپ ﷺ ان کے عقائد کی مناسبت سے آیات تلاوت فرماتے ان آیات میں ان کے عقائد کا رد ہوتا۔ آپ ﷺ کی دعوت کا مقصد بیان ہوتا۔ اہل نجران سے باقی ہوئیں تو ان کے عقائد کی مناسبت سے آیات تلاوت فرمائیں۔ قرآن میں بیان شدہ اصول تبلیغ میں حکمت و موعظۃ الحسنہ کے عملی نمونے اور ان کا درست مفہوم سیرت کے مطالعہ سے ہی ہو گا۔ نبی کریم ﷺ نے کہ کہ پر تشدید زندگی میں ایک حکمت عملی کے تحت اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت بھی کی، ان کے حوصلوں کو بلند کیا، دشمنوں کے مصائب بھی برداشت کیسے اور اس ماحول میں انہیں کس طرح متدرکھا، ان سب باقیوں کا مطالعہ آپ ﷺ کی سیرت کو بغور پڑھنے سے ہی ہو گا۔

نبی کریم ﷺ کو زندگی میں مقتضاد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ ﷺ نے اہل مکہ کے پر تشدد رویے کے اندر رہ کر بھی زندگی گزاری۔ آپ ﷺ پر جسمانی تشدد بھی ہوا۔ شعب ابی طالب میں خاندان کے ساتھ محصور بھی رہے، اس دوران آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت بھی فرمائی اور انہیں منظم بھی کیا۔ دوسری طرف آپ ﷺ کو مدینہ میں ایک سربراہ مملکت کا مقام حاصل ہوا۔ میدان جنگ میں رخی بھی ہوئے، مکہ کی مکومی کے بر عکس، مکہ میں ہی فاتحانہ انداز میں بھی داخل ہوئے۔ غم کے لمحات بھی آئے اور خوشی بھی دیکھی اور جنگوں میں آپ ﷺ کو فتح بھی نصیب ہوئی اور واحد اور حنین میں میدان جنگ میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنے کے باعث پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ لیکن ہر موقع پر آپ ﷺ کے مزاج اور رویے میں ہمیں ٹھہراؤ اور مستقل مزاجی ملتی ہے۔ جذبات کی رو میں بہہ جانا کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ آپ ﷺ نے ہر مقتضاد صورت حال میں وہی کچھ کیا جو حالات کا تقاضا تھا۔ ایک وقت میں مکہ والے پر تشدید رویہ اختیار کیے ہوئے تھے۔ لیکن وہی لوگ آپ ﷺ سے کچھ لو اور کچھ دو کی پالیسی اختیار کرتے ہوئے۔

آپ ﷺ سے سودے بازی کے لیے آپ ﷺ کے پاس آئے۔ تو آپ ﷺ نے کوئی گلے شکوئے کرنے کی بجائے اپنی دعوت ہی پیش کی اور دعوت میں صرف قرآن کی آیات ہی سنائیں۔ اس قدر اشتعال انگیز حالات تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنے آپ ﷺ کو اشتعال کے رد عمل میں ہی مشغول نہیں کر لیا۔ بلکہ آپ ﷺ کی توجہ اپنی دعوت پر ہی مر تکر رہی۔ اپنے آپ ﷺ کو رد عمل کی بھینٹ نہیں چڑھادیا۔

سید سلیمان ندویؒ نے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے جو امتیازی پہلو گنوائے اور ان پر شواہد پیش کیے ہیں۔ ان میں ایک آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کی جامعیت کا پہلو ہے یعنی آپ ﷺ کی تعلیمات اور پیغام میں زندگی کے ہر گوشے میں راہنمائی موجود ہے۔ ذاتی زندگی، ازدواجی زندگی، عزیز واقارب سے تعلقات کا نمونہ، ماحول سے رویہ، دشمنوں سے رویہ، بطور خاوند، بطور باپ، بطور استاذ وداعی، بطور سپہ سالار، بطور مقتن، بطور سربراہِ مملکت، ہر جگہ آپ ﷺ کی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آتی ہیں۔

آپ ﷺ کا نمونہ حیات اس حوالے سے بھی قابل تقلید ہے کہ آپ ﷺ نے دین کے کسی پہلو میں کسی کارروائی سے پہلو تھی اور صرف نظر کبھی نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ اگر کسی نے نماز کے حوالے سے کوئی غلطی کی تو اس کے نماز دہراو، کسی فرد نے دوسرے فرد کے ساتھ زیادتی، زبان درازی کی کسی کو غیر مناسب بات کہی تو فوراً اس کا ازالہ کروایا۔ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کچھ مال دیا اور آپ ﷺ سلام سے درخواست کی کہ اس میں آپ ﷺ گواہ بنیں۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے دوسرے بیٹے کو بھی یہی کچھ دیا ہے۔ اس نے نفی میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں ظلم کے کاموں میں گواہ نہیں بن سکتا۔ اس سے دین کے احکام کو اولیت دینے کا سبق ملتا ہے اور معاشرتی زندگی میں ہمیشہ عفو در گزر، تحمل مزاجی، وسعت قلبی اختیار فرمائی اور دوسروں کو اسی کا حکم دیا۔

سیرت طیبہ اور عصر حاضر

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ہر زمانے اور ہر علاقے کے تمام انسانوں کے لیے عملی نمونہ حیات ہے۔ آپ ﷺ کا نمونہ حیات محض نظری تعلیمات سے ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ آپ ﷺ کی سیرت میں عملیت کا پہلو موجود ہے یعنی آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس کا عملی نمونہ بھی موجود ہے۔ بدلتے ہوئے

حالات میں نئے مسائل کے حل کے لیے آپ ﷺ نے کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد کے اصول و ضوابط عملی شکل میں بیان فرمائے۔

"حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر روانہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ معاملات کے فیصلے کس طرح کریں گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کروں گا فرمایا اگر کتاب میں تم نہ پاؤ تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے فرائیں سے ان کا حل تلاش کروں گا۔ پھر سوال کیا اگر ان دونوں میں سے مسئلے کا حل نہ پاسکو تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی عقل (اجتہاد) سے کاملوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے اس جواب پر انہیں تھکی دی کہ اللہ کے رسول کے بھیج ہوئے نما سننے نے وہی بات کی جو اللہ کا رسول چاہتا ہے۔"⁽²⁴⁾

نبی کریم ﷺ نے قرآن کی روشنی میں خود بھی اجتہادات فرمائے۔ اجتہادات نبوی ایک وسیع مضمون ہے۔ انہی اصولوں کی روشنی میں عصر حاضر میں دنیا کے مختلف اداروں میں نئے پیدا ہونے والے مسائل پر اجتہادات ہو رہے ہیں۔ اجتہاد کی مختلف شکلیں، استحسان، استصلاح اور مصالح مرسلہ وغیرہ بھی ہیں۔ علماء نے اس سلسلہ میں اپنی کتب میں بڑی مفصل بحثیں کی ہیں کہ بدلتے ہوئے حالات میں "عرف" کی بنیاد پر کسی بھی زمانے کا ایسا عرف جو کتاب و سنت سے متصادم نہ ہو، اسے اختیار کر سکتے ہیں۔ اس طرح یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کوئی قدیم شے نہیں بلکہ اس میں ہر دور کے مسائل کے حل کے لیے لاحقہ عمل موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے عملی اسوہ سے بھی واضح کیا اور متعدد فرائیں میں مسلمانوں کو آئندہ آنے والے ادوار میں معاملات مشورے سے طے کرنے کا حکم دیا۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ہمیں بتاتی ہے کہ شخصی آزادی کی وہ حدود کیا ہیں جن کا تعین انسان کو تخلیق کرنے والے نے تعین کی ہیں۔ یہ حدود انسان کی بقاء کے لیے بھی ضروری ہیں اور انسانی زندگی کا ارتقاء بھی ان حدود کی پاسداری میں مضمرا ہے۔

اس وقت پوری دنیا خواہشات نفس، مادر پدر آزادی، استھصال اور مادیت پرستی کی طرف اس طرح تیزی سے جا رہی ہے کہ اگر اسے روکانہ گیا تو اللہ کی زمین پر کسی کمزور انسان کا جینانا ممکن ہو جائے گا۔ ہر طرف تصادم اور نفرت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ کوئی بھی مذہب آگ کی طرف بڑھتے ہوئے اس نظام کو امن و سکون کا پیغام دینے میں ناکام رہا ہے۔ مذہب کا انکار کیا گیا تو اس کے پیچھے اہل مذہب کے ظلم و ستم کا ر

فرماتھے جو مذہب کے نام پر اٹھارویں صدی عیسوی تک روار کھا گیا۔ اس لیے لوگوں نے مذہب کو ان تمام براہمیوں کی جڑ قرار دے کر سیکولرزم یا مذہب کے انکار کا راستہ اختیار کر لیا۔ ان حالات میں سیرت طیبہ کا پیغام انسانوں کو آگ کے گڑھ سے بچا سکتا ہے۔ سب سے زیادہ پریشان کن بات یہ ہے کہ انسانی آزادی اور بنیادی حقوق کے نام پر ہر شخص مادر پدر آزادی کا خواہش مند ہے اور تو میں بھی ایسے فیصلے کر رہی ہیں جن کے نتیجے میں خود انہیں بھی معلوم ہے کہ ان کا انجمام تباہی ہو گا لیکن رکنے کی بجائے آگے ہی جاری ہے ہیں۔

سیرت طیبہ کا پیغام ہر دور اور ہر علاقے کے انسانوں کے لیے ہے۔ اگر آج کے دور کا مجموعی طور پر نقشہ تیار کیا جائے تو یہ دور نفرتوں اور دشمنیوں کا دور ہے۔ معاشرتی سطح سے شروع کر کے میں الاقوامی سطح تک کا جائزہ لیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر فرد اور ہر ملک دوسرے کی تاک میں لگا ہے۔ ایک دوسرے کی کمزوریاں تلاش کر کے دوسرے پر وار کرنے کے درپے ہے۔ ہمدردی اور خیر خواہی کی بجائے دوسرے کے استھان کے لیے ہر شخص اور ہر قوم تیار بیٹھی ہے۔ بلکہ آج کی دنیا میں تو معاشرتی سیاسی اور معاشی معاهدات ہی اس ذہنیت کے ساتھ کیے جاتے ہیں کہ دوسرے کا استھان کیسے کرنا ہے۔ بڑی طاقتون کے معاهدات اور بڑے بڑے مالیاتی ادارے اس کا ثبوت ہیں۔ ان معاهدات میں دنیا کی دولت چند ہاتھوں میں سمیئنے کے منصوبے کا فرمایا ہیں جبکہ دوسروں کے جان مال اور عزت کی حفاظت دوسرے کا احترام سیرت مطہرہ کا بنیادی اصول ہے۔

"كُلُّ مُسْلِيمٍ عَلَى الْمُسْلِيمِ حَرَامٌ : دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ"⁽²⁵⁾

"ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو حرام ہے"

جیتے الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ، حَوَّاْ إِلَيْ أَنْ تُلْفُوا رَبِّكُمْ كَحْرُمَةٍ يَوْمَكُمْ هَدَاءً"⁽²⁶⁾

" بلاشبہ تمہاری جان و مال اور آبرو ایک دوسرے کے لیے اس طرح محترم ہے جس طرح یہ آج کا دن،

حتیٰ کہ تم اللہ کے ساتھ جاملو۔ یعنی پوری زندگی میں ایسا کرنا حرام ہے"

نبی کریم ﷺ نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا کہ وہ دوسرے مسلمان کی جان مال اور عزت و

آبرو کی حفاظت کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ ، لَا يَظْلِمُهُ ، وَلَا يُسْلِمُهُ ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ أَخِيهِ ، كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَرَّ مُسْلِمًا، سَرَّهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (27)

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے لہذا نہ خود اس پر ظلم و زیادتی کرے اور نہ دوسروں کے ظلم و زیادتی کا نشانہ بننے کے لیے اسے بے یار و مدد گار چھوڑ دے۔ نہ اس کی تحقیر کرے اور جو کوئی اپنے مسلمان ضرورت مند بھائی کی ضرورت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرے گا۔ جو کوئی کسی مسلمان کو کسی تکلیف اور مصیبت سے نجات دلائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے کسی مصیبت اور پریشانی سے نجات عطا فرمائے گا۔ اور کوئی کسی مسلمان کی پرده داری کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیبوں کو پرده میں رکھیں گے " آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ نَفْسِي عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرْبَ الدُّنْيَا نَفْسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَشَرِّ عَلَى مُعْسِرٍ يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَمَنْ سَرَّ مُسْلِمًا سَرَّهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ" (28)

"جب کسی نے کسی مسلمان کی دنیوی تکلیف میں اس کی مدد کر کے اسے اس تکلیف سے نجات دلائی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مدد کر کے اسے مصیبت سے نجات دلائیں گے اور جس نے کسی کی مصیبت میں اس کے لیے آسانی اور سہولت پیدا کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے لیے آسانیاں پیدا فرمادیں گے۔ اگر کسی نے کسی مسلمان کے عیبوں کو پردازے میں رکھا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے عیبوں پر پرودہ ڈالے رکھیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک کہ وہ بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں ہوتا ہے" بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ یہ ہے کہ انسان کسی مسلمان شخص کی عزت کو (خاک میں ملانے کے لیے) بلا وجہ زبان درازی کرے اور بڑے گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ گالی کے بد لے گالی دی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لَمَّا عَرَجَ إِلَيْهِ مَرْرُثٌ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَغْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ ، يَخْمُشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ ، فَقُلْتُ : مَنْ هَوْلَاءِ يَا جَبِرِيل ؟ قَالَ : هُؤُلَاءِ الَّذِينَ يَاكِلُونَ لُحُومَ النَّاسِ ، وَيَقْعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ" (29)

"مجھے جب معراج پر لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے تابنے کے ناخن ہیں اور اپنے چہروں اور سینوں کو کھرچ رہے ہیں۔"

میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اے جبریل؟ انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ اور ان کی عزت و آبرو کے درپر رہتے ہیں۔ (گوشت کھانے میں اشارہ غیبت کی طرف ہے کہ قرآن نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا ہے)

حضرت سعد بن معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "إِنَّكَ إِنْ أَتَبَعْتَ عُورَاتَ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ أَوْ كَدْتَ أَنْ تَفْسِدَهُمْ" (30)

"اگر تو لوگوں کے رازوں کے پیچھے پڑے گا تو انہیں (لوگوں کو) یا رازوں کو خراب کر دے گا"

سیدنا ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نبیر پر تشریف فرمائے اور بلند آواز سے خطاب فرمایا: "يَا مَعْشَرًا مَنَّا سَلَّمَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يُفْضِّلِ الْإِيمَانَ إِلَّا قَلْبِهِ: لَا تَنْوِذُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تُعِيدُوهُمْ وَلَا تَنْبِغِيْعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّ مَنْ تَنْبَغِيْعَ عَوْرَةً أَخِيهِ الْمُسْلِمِ: تَنَبَّعَ اللَّهُ عَوْرَةُهُ، وَمَنْ تَنَبَّعَ اللَّهُ عَوْرَةُهُ، يَفْضَحُ هُوَلُوْفِي جَوْنِ رَخْلِيْهِ قالو نظر ابن عمر یوماً إلی البابیت او إلی الكعبۃ فقال ما اعظم کوأعظم حرمت کوالمؤمن اعظم حرمة عند الله منك" (31)

"اے وہ لوگ جنہوں نے اسلام زبان سے قبول کیا ہے اور ایمان ابھی ان کے دلوں میں راح نہیں ہوا، مسلمانوں کو اذیت نہ دو۔ نہ انہیں خوف زدہ کرو۔ نہ اس کے رازوں کے پیچھے پڑو۔ کیونکہ وہ شخص جو کسی کے رازوں کے پیچھے پڑتا ہے تو اللہ اس کے رازوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اللہ جس کے عیوب کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو اسے رسوا کر دیتے ہیں اگرچہ وہ اپنے گھر میں ہی کیوں نہ ہو۔"

حضرت ابن عمر نے ایک دن بیت اللہ کی جانب نگاہ ڈالی اور کہا کہ تیری عظمت کتنی بلند ہے اور تیری عزت کتنی زیادہ ہے لیکن ایک مومن کی عزت اللہ کے نزدیک تیری عظمت سے بھی زیادہ ہے"

دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"يَا مَعْشَرَ مَنْ أَمْنَى بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ: لَا تَغْتَبُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَنْبِغِيْعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَبَعَ اللَّهُ عَوْرَةَهُ، وَمَنْ يَتَبَعَ اللَّهُ عَوْرَةَهُ يَفْضَحُهُ فِي بَيْتِهِ" (32)

"اے وہ لوگ جو زبان سے ایمان لائے ہو اور ایمان ابھی دلوں میں راح نہیں ہوا، مسلمانوں کو تنگ نہ کرو

اور نہ دوسرے لوگوں کے رازوں کے پیچھے پڑو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَا مِنْ أَمْرٍ يَخْدُلُ امْرًا مُسْلِمًا عِنْدَ مَوْطِنِ تُنْهِكَ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ إِلَّا حَدَّلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي مَوْطِنِيْهِ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ وَمَا مِنْ أَمْرٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِي مَوْطِنِيْهِ يُنْقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْهِكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلَّا نَصَرَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنِيْهِ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ" (33)

"جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کسی ایسے موقع پر بے یار و مددگار چھوڑے گا جس میں اس کی عزت پر حملہ ہو اور اس کی بے عزتی کی جاتی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ایسی جگہ اپنی مدد سے محروم کر دے گا جہاں اسے اللہ کی مدد کی ضرورت ہو گی اور جو مسلمان کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد اور حمایت کرے گا جہاں اس کی عزت و آبرو پر حملہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد فرمائے گا جہاں وہ اس کی نصرت کا خواہش مند اور طلب گار ہو گا"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" ⁽³⁴⁾

"کسی شخص کے عیوب کو دنیا میں چھپانے والے کے عیوب کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز چھپالیں گے" یہی بات دوسرے الفاظ کے ساتھ یوں بھی وارد ہے۔

"لَا يَسْتَرَ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا إِلَّا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" ⁽³⁵⁾

"نبیں چھپاتا کوئی بندہ کسی دوسرے بندے کی غلطیوں کو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیوب کو چھپا کر رکھیں گے"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ أَغْتَبَ عِنْدَهُ أَخُوهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى نَصْرَهُ فَنَصَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَإِنْ لَمْ يَنْصُرُهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى نَصْرِهِ أَذْرَكَهُ اللَّهُ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" ⁽³⁶⁾

"جس شخص کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی حمایت کرنے کی قدرت رکھتا ہو (وہ اس کی مدد کرتا ہے تو اللہ دنیا و آخرت میں اس کی مدد کرتے ہیں اور وہ اس غیر موجود بندے کی عدم موجودگی میں اس کی بے عزتی ہونے سے اس کا دفاع نہیں کرتا تو اللہ بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں" اس کے بر عکس بھی آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ رَأَى عَوْرَةً فَسَسَّرَهَا كَانَ كَمَنْ أَحْيَا مَوْءُودَةً مِنْ قَبْرِهَا" ⁽³⁷⁾

"جس کسی نے کسی کا کوئی عیوب دیکھا اور اسے چھپائے رکھا تو گویا اس نے اتنا بڑا کام کیا کہ گویا زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کو قبر سے نکال لیا"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله : المُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُونُه وَلَا يُكذِّبُه
وَلَا يَخْذُلُهُ كُلُّ الْمُسْلِمٍ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدُمُّهُ التَّقْوَى هَاهُنَا بِحَسْبِ امْرِيٍّ مِّنَ الشَّرِّ
أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمِ" (38)

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس کے ساتھ خیانت کرے نہ اس کے ساتھ جھوٹ بولے نہ اسے ذلیل
کرے۔ کسی مسلمان کے لیے کسی مسلمان کی عزت، مال اور خون حرام ہے۔ تقویٰ یہاں (دل میں) ہوتا ہے کسی
شخص کے براہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان کی تحقیر کرے"
آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ رَدَ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَ اللَّهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (39)

"جس شخص نے کسی بھائی کی عزت کی حفاظت کی اللہ قیامت کے دن اس سے جہنم کی آگ کو دور کر دیں گے"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ لَا يَهْتَمُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلِيَسْ مِنْهُمْ، وَمَنْ لَمْ يَصْبِحْ وَيُمْسِي ناصِحًا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ
وَلِكُتَابِهِ وَلِإِمَامِهِ وَلِعَامَةِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيَسْ مِنْهُمْ" (40)

"جسے مسلمانوں کے مسائل و معاملات کی فکر نہ ہو وہ ان میں سے نہیں ہے اور جس شخص کا حال یہ ہو کہ
وہ ہر دن اور ہر صبح و شام اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب اور اس کے امام کا اور عام مسلمانوں کا خیر
خواہ اور مخلص و وفادار نہیں، تو وہ شخص مسلمانوں میں سے نہیں"

احادیث میں، جہاں اس طرح کے الفاظ استعمال ہوئے ہوں کہ فلاں بندہ مو منین میں سے نہیں یا
ہم میں سے نہیں ہے تو وہاں دراصل یہ بتایا جاتا ہے کہ اس کا یہ فعل مو منوں والا فعل نہیں ہے یا وہ ضعیف
اور کمزور ایمان والا ہے۔ اس کی کوپورا کر کے اپنے ایمان کی تکمیل کرنی چاہیے۔ اس اعتبار سے ایک
اسلامی سوسائٹی کا ہر فرد اس بات کا مکلف ہے کہ وہ صرف اپنے ہی مفادات نگاہ میں رکھ کر زندگی نہ
گزارے بلکہ اور لوگوں کے مصائب و مشکلات پر بھی اسے نگاہ رکھنی چاہیے۔ اسے اسلامی سوسائٹی کا فرد
ہوتے ہوئے بنی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کا عملی نمونہ ہونا چاہیے کہ مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں
اگر ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم اس تکلیف کے اثرات کو محسوس کرتا ہے۔ اسلامی سوسائٹی
کے ہر فرد کو دوسرے افراد کا درد محسوس کرنا چاہیے۔ اس حدیث پاک میں جہاں اخوت اسلامی اور افراد
کے باہمی تعاون پر روشنی پڑتی ہے وہاں اس طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ ہر مومن دوسرے کے دکھ درد کا

ساتھی بھی بنے اور دوسرے کے لیے تقویت کا باعث بھی بنے۔ اگر کوئی فرد یا افراد اشتعال اور کھچاؤ کا ماحول بھی پیدا کر دیں تو تب بھی عفو و درگزر اور وسیع القلبی کا مظاہرہ کیا جائے۔

طاائف کے سفر سے بڑھ کر اشتعال انگلیزی کی کیا مثال ہو سکتی ہے۔ اگرچہ فرشتنے آگر آپ ﷺ سے کہا تھا کہ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو ان دو پہاڑوں کو جن کے درمیان یہ بستی آباد ہے، جس کے باشدوں نے آپ ﷺ کو لہو لہان کیا ہے، آپس میں تکڑا دیا جائے اور یہ بستی والے اس میں پس کر رہ جائیں۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں لوگوں کو ہلاک کروانے کے لیے نہیں آیا بلکہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرماتا کہ یہ حق کی دعوت کی حقیقت کو نہیں جانتی۔ نبی کریم ﷺ نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جن حقوق کی یاد دہانی کروائی ان میں وہی اعمال شامل ہیں جو انسانوں کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ میل جوں اور تعاون کے تعلق رکھتے ہیں ان میں دوسرے کی تیار داری، جنازے میں شرکت وغیرہ شامل ہیں۔⁽⁴¹⁾

آج کا دور غربت و افلاس اور استھصال کا دور ہے۔ ساری سیاست اسی بنیاد پر ہوتی ہے کہ غربت و افلاس اور استھصال کا خاتمه کرنا ہے لیکن غریب کا نام لے کر سیاست کرنے کے باوجود کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ نبی کریم ﷺ نے معاشرے کے وہ طبقات جو دوسروں کے محتاج رہتے ہیں ان کے حقوق کا خیال رکھنے کا ہر قدم پر حکم دیا۔ عورتوں اور غلاموں کے حقوق کی تلقین اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی کی اور جنتہ الوداع میں ان کا خیال رکھنے کا خصوصی ذکر فرمایا۔ آپ ﷺ نے غباء کی حوصلہ افزائی فرمائی اسی حوصلہ افزائی کا یہ حصہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"خوشخبری ہے غباء کے لیے کہ غباء، امراء سے بہت پہلے جنت میں داخل ہوں گے"⁽⁴²⁾

آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھے غباء کے ساتھ ہی اٹھانا۔ بے شک امراء میں بھی مخلص لوگ موجود ہوتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کی دعوت اسلام میں آپ ﷺ کے ابتدائی ساتھ دینے والوں میں غباء ہی تھے۔ یہی بات مکہ کے مشرق سرداروں کو چھپتی تھی اور ان کے اسلام قبول کرنے میں حائل بھی ہوئی کہ کیا ہم ان غریب لوگوں کے ساتھ بیٹھیں۔ غباء کی حوصلہ افزائی کی اس سے بڑی مثال کیا ہو سکتی ہے کہ جب مسلمانوں کو مدینہ طیبہ میں کسی حد تک مالی آسودگی حاصل ہو گئی۔ تب بھی آپ ﷺ نے

اپنا معیار زندگی ایک غریب شخص کے برابر ہی رکھاتا کہ غرباء یہ دیکھ لیں کہ ہمارے ہادی اعظم ﷺ ہماری طرح ہی کھاتے پیتے ہیں اور ان کی رہائش گاہ بھی ہماری طرح کی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے در دلوں پر ایک ایک ماہ تک آگ نہیں جلتی تھی مال غنیمت میں سے جو حصہ شرعی طور پر آپ ﷺ کا حصہ ہوتا تھا وہ بھی آپ ﷺ لوگوں میں تقسیم فرمادیتے۔ جب آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے کر گئے اس وقت آپ ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ انبیاء درہم و دینار چھوڑ کر نہیں جاتے۔ اس ماحول میں اصلاح احوال کے لیے مذہب اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اگر بالکل غیر جانبداری سے دیکھا جائے تو نفرت، استھان، خود غرضی اور باہمی مخاصمت کے اس ماحول کو نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے ذریعے بدل جاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت کو اگر اس تناظر میں دیکھا جائے کہ آغاز اسلام کے وقت دنیا کے رخ کو اسی سیرت طیبہ نے بدلا۔ ایک دوسرے کے جانی دشمن دوسرے کے محافظ بن گئے۔ آپ کے پیغام سیرت کا یہ اصول بنیادی اہمیت کا حامل ہے کہ برائی کو بھلانی اور حسن سلوک سے ختم کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اگر تم سے کوئی شخص بھلانی کرے تو تم نے اس سے بھلانی کا سلوک کرنا ہی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کوئی تمہارے ساتھ برا سلوک کرے اور تم پھر بھی اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ" ⁽⁴³⁾

قرآن مجید نے یہ اصول دیا تھا کہ اگر کوئی شخص تمہارے خلاف انتہائی اشتغال انگیز رویہ اختیار کرتا ہے تو تم تب بھی اس کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ میں امید اور ثابت انداز فکر نمایاں طور پر موجود ہے۔ آج کے دور میں مادہ پرستانہ ذہنیت ہر طرف کا فرما ہے۔ ڈارون کے نظریے نے انسانوں کو یہ ذہنیت دی کہ جو سب سے زیادہ طاقتور ہے اسے ہی جیسے کا حق حاصل ہے۔ کمزور کی تقدیر یہ ہے کہ وہ مت جائے کیونکہ وہ کمزور ہے۔ طاقتور کا حق ہے کہ وہ کمزور کو کھا جائے۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے۔ بڑے درخت کے سامنے میں چھوٹے درخت پنپ نہیں سکتے۔ اس ذہنیت نے ظلم واستھان کی حوصلہ افزائی کی۔ طاقتور کے رویے میں جاریت آئی۔ کمزور ساری زندگی سہاہی رہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے نظام اخلاق نے جس کی لاٹھی اس کی بھیس کی بجائے عدل اور احسان کا تصور دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"دین خیر خواہی کا نام ہے"

اگر کوئی دوسرے پر زیادتی کرتا ہے تو اس کا حساب قیامت کے دن دینا ہو گا۔ آپ ﷺ نے ظلم پر موخذے کو اس مثال سے سمجھایا کہ قیامت کے دن اگر کسی سینگوں والے جانور نے دوسرے جانور سے زیادتی کی ہوگی تو اس سے سب کے سامنے بدلہ لیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے طاقتوہی کے باقی رہنے کی بجائے "امنعت بخش اور انسانیت کے لیے نفع رسائی کا تصور زندگی دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ" (45) "45)

"تم میں سے سب سے زیادہ اچھا انسان وہ ہے جو انسانوں کے لیے نفع رسان ہے"

آپ ﷺ نے فرمایا: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ" (46)

"وہ شخص مومن نہیں جو دوسرے کے لیے بھی وہی چیز پسند نہیں کرتا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖۤہ نبَّاٰتُ نے فرمایا:

"جو شخص کسی اپنے مسلمان بھائی کے کام کے لیے مشغول ہوتا ہے تو اس کام کی تکمیل تک وہ اللہ کی راہ میں کام کرنے والے کی مانند ہوتا ہے اور جب انسان دوسروں کے کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو آسان

(47) "جاتا ہے"

آج کے دور میں سیرت محمدی ﷺ اس لیے بھی ناگزیر ہے کہ آج کا انسان اپنے مقام اور حیثیت

سے بے بہرہ ہو چکا ہے۔ ایک طرف انسان اپنے اصل مقام "لَقِدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ" (48)

"بے شک انسان کو بہترین تخلیقی معیارات پر پیدا کیا گیا ہے"

"ولَقَدْ كَرَمْنَا بَنِي ادْمٍ" (49)⁴⁴

"ہم نے یقیناً بھی آدم کو عزت و احترام دیا"

انسان کے مقام کے حوالے سے سورہ الاحزاب کی آیت نمبر 72 میں فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین اور پھراؤں پر نیا بہت و خلافت الہی کی امانت پیش کی لیکن ان سب نے اس امانت کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا کہ وہ اس امانت کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکیں گے۔ لیکن انسان دنیا کی بھول بھلیوں میں اس پار امانت کے تقاضوں کو بھول گیا اور اینے آپ کو نظر یہ ارتقاء کا نتیجہ سمجھ بیٹھا کہ وہ فطر تا گھٹپا ہے۔ بعض

مذاہب نے بھی انسان کو یہی بتایا کہ انسان فطر تا گنہگار اور گھٹیا فطرت کا مالک ہے۔ اس طرح اس سے گھٹیا کار کر دگی ہی منظر عام پر آ رہی ہے۔ دوسری طرف اسی انسان نے اپنے آپ کو غرور و تکبر کے پہاڑوں پر چڑھادیا۔ قوموں کے اندر اپنے بارے میں یہ تصور موجود ہے (ہم جیسا کون ہے) باقی دنیا کو گھٹیا سمجھنے کے نظریے نے انسانوں کو جگلوں میں مبتلا کیا۔ نبی کریم ﷺ نے انسانوں کو ان کا حقیقی مقام بتایا۔ اسے بتایا کہ اسے عظیم کاموں کے لیے اعلیٰ فطرت پر پیدا کیا گیا ہے۔

اسی بات کا دوسرا رخ یہ ہے کہ غرور و تکبر کا شکار ہو کر قومیں دوسروں کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹ رہی ہیں۔ انسان کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی۔ انسان کے مقام کے حوالے سے قرآن مجید نے بتایا کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے گویا سب انسانیت کو قتل کر دیا اور جس نے ایک انسان کی جان کو بچایا تو اس نے گویا ساری انسانیت کو بچالیا۔ آپ ﷺ نے کعبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے کعبہ تیری بڑی شان ہے لیکن ایک انسان کی حیثیت تجھ سے زیادہ ہے۔⁽⁵⁰⁾

اس وقت پوری دنیا میں مذہب بیزاری کا ماحول ہے۔ اس کا بظاہر یہ سبب نظر آتا ہے کہ مغرب میں اہل مذہب نے اٹھارویں صدی عیسوی تک عوام کے حقوق جس طریقے سے غصب کیے اور علم و عقل کے فروع کی راہ میں جور کا وٹیں کھڑی کیں اور انسانی عقل و شعور اور ترقی و ارتقاء کو روکا، اس سے ایک عمومی نظریہ فروع پذیر ہوا کہ مذہب سے چھکارا حاصل کیا جائے۔ کیونکہ مذہبی اجراء دار لوگ تو اس میں عیش کرتے ہیں اور مذہب کے نام پر دوسروں کو غلام بنایا جاتا ہے۔ مذہب بیزاری کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ مذہب کو ایک گورکھ دھندا بنا دیا گیا ہے۔ لوگوں کے ذہنوں میں مذہب کا تصور آتے ہی وہ سمجھتے ہیں کہ ہم چند مذہبی اجراء دار لوگوں کے فیصلوں کے پابند بن جائیں گے۔ ہماری زندگی مشکل بن جائے گی۔ اگر اس پس منظر میں سیرت طیبہ کا جائزہ لیا جائے تو یہ تمام خدشات کا یہاں کوئی شانہ بھی نہیں۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت کی ایک نمایاں خصوصیت سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 157 میں یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ معروف کاموں کا حکم دیتے، برے کاموں سے منع فرماتے اور پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے اور گندے اور ناپسندیدہ کاموں اور اشیاء سے منع کرتے ہیں اور لوگوں کے اوپر مشکل اورنا قبل برداشت احکام کا جو بوجھ یہودیوں کی سرکشی کی وجہ سے انہیں سزادینے کے لیے مشکل احکام کی شکل

میں ڈالا گیا تھا، اسے دور کرنے والے ہیں اور ان کے گلے کے طوق جو انہوں نے خود ساختہ احکام کی وجہ سے ڈالے ہوئے تھے، اتنا رے والے ہیں،

"يَأُمْرُهُمْ بِالْعَرْوَفِ وَيَنْهَا هُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحَلِّ لَهُمُ الطَّيَّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضْعُعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ" (51)

"جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بارگراں اور طوق جوان پر تھے، ساقط فرماتے ہیں"

نبی کریم ﷺ کی شریعت کے بارے میں قرآن نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت میں قلت تکلیف اور عدم حرج کی صفات موجود ہیں یعنی لوگوں کو کسی مشکل اور مصیبت میں ڈالنا کہ ان احکام پر عمل کرتے ہوئے انہیں کسی نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر 28 میں فرمایا کہ اللہ تمہارے لیے سہولت پیدا کرنا چاہتے ہیں عدم حرج کے حوالے سے سورۃ المائدۃ آیت نمبر 6 اور سورۃ الحجؔ کی آیت نمبر 78 کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو کسی ایسی ریاضت کی تعلیم نہیں دی جس میں ان کی صحت و جان کا خطرہ لا حرج ہوتا ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

"لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" (52)

"اللہ کسی کی طاقت سے زیادہ اسے تکلیف نہیں دیتے"

نبی کریم ﷺ نے کسی مذہبی اجارہ داری کا نہ سبق دیانے خود ایسا نظام پیش فرمایا۔ آپ ﷺ پر اگرچہ وحی نازل ہوتی تھی اس کے باوجود آپ ﷺ کو حکم تھا کہ آپ ﷺ صحابہ سے مشورہ کیا کریں۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ آئندہ آنے والوں کو بتلا دیا جائے کہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں مشورے سے ہی اپنے معاملات چلانے ہیں۔ آپ ﷺ نے جنگ بدر، احمد اور جنگ خندق کے موقع پر، بدر کے قیدیوں کے بارے میں، صلح حدیبیہ کے موقع پر اور دیگر کئی موقع پر صحابہ کے ساتھ مشورہ کیا۔ ان کی رائے کو تسلیم کیا۔ آپ ﷺ کی سیرت میں مغرب کی طرح کسی مذہبی اجارہ دار طبقے کے غلبے اور اجارہ داری کا کوئی تصور نہیں بلکہ یہاں تو حضرت عمر بن حین نے بہت مضبوط خلیفہ ہونے کے باوجود شام کی زمینوں کے مستقبل کے بارے میں جب مجلس شوریٰ سے مشورہ کیا۔ تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

امیر المؤمنین کی رائے سے اتفاق نہیں کر رہے تھے تو اس وقت تک کوئی حقیقی فیصلہ نہیں ہوا جب تک شوری کے تمام ارکان متفق الرائے نہیں ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے بیٹھنے کے لیے ایک چوتھہ کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ سفر میں عام صحابہ اکرام ﷺ کے ساتھ آگ جلانے کے لیے لکڑیاں بھی اکٹھی کی ہیں۔ اپنے گھر کا معیار زندگی ایک عام غریب آدمی کے برابر کھا۔

باسور تھے سمعتھ لکھتا ہیں کہ دنیا میں خصوصی مقام و مرتبہ کے لوگ دو طرح کے گزرے ہیں۔ مذہبی راہنماء اور دوسرے سیاسی حکمران۔ ان دونوں کا اپنا جاہ و جلال، لاوائشکر، غرور و تکبر کے اظہار کے لیے مختلف انداز اختیار کیے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اندر یہ دونوں منصب جمع تھے۔ لیکن اس دنیوی جاہ و جلال کے لوازمات میں سے آپ ﷺ نے کسی کو بھی اختیار نہیں کیا بلکہ سادگی، عاجزی اور تواضع آپ ﷺ کے ہاں پائی جاتی ہے۔ یہ مستشرق لکھتا ہے ایسا دنیوی جاہ و جلال اختیار نہ کرنے کے باوجود تاریخ انسانی میں اگر کسی نے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔⁽⁵³⁾ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ میں کہیں بھی کسی طبقہ کو کوئی اجرہ داری حاصل نہیں۔ نبی ﷺ نے متعدد اوقات میں واضح فرمادیا تھا کہ ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق ہی اللہ سے اجر پائے گا۔

حوالہ جات

¹۔ اشیبانی، احمد بن حنبل المسند۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ 1313ھ، باب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، رقم الحدیث: 24601

²۔ نسائی، احمد بن شعیب۔ سنن نسائی۔ ریاض (ال سعودیہ): مکتبہ دارالسلام 1376ھ کتاب الصلوۃ، رقم الحدیث: 13-14

³۔ ابن حنبل، المسند، رقم الحدیث: 14472

⁴۔ محمد 33:47

⁵۔ بخاری، محمد بن اسحاق عیل۔ الجامع الصحیح۔ ریاض (ال سعودیہ): مکتبہ دارالسلام 1300ھ، کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ وادو مها، رقم الحدیث: 43، بخاری، کتاب الرقاۃ، باب القصد فی العمل، رقم الحدیث: 6461

⁶۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلوۃ، باب تحفیف الامام فی القيام و اتمام الرکوع والسجود، رقم الحدیث: 702

- ⁷ - بنی اسرائیل 37:17
- ⁸ - الافرقان 63:25
- ⁹ - لقمان 19:31
- ¹⁰ - بنی اسرائیل 29:17
- ¹¹ - بندری، الجامع الصحيح، کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح، رقم المحدث: 15063
- ¹² - البخاری، الجامع الصحيح، کتاب النکاح، رقم المحدث: 5199
- ¹³ - بنی اسرائیل 95:17
- ¹⁴ - الاحزاب 21:33
- ¹⁵ - النساء 59:4
- ¹⁶ - النساء 80:4
- ¹⁷ - الحشر 7:59
- ¹⁸ - النور 52:24
- ¹⁹ - النور 52:24
- ²⁰ - آل عمران 132:3
- ²¹ - الاحزاب 71:33
- ²² - الانفال 46:8
- ²³ - ابراءيم 34:14
- ²⁴ - ابن حبیل، المستدر، رقم المحدث: 4702
- ²⁵ - القیشیری مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ریاض (السعودیہ): مکتبہ دارالسلام 1399ھ، کتاب البر، باب تحریم الظلم، المسلم
- ²⁶ - ابن هشام، عبد الملک - السیرۃ النبویۃ۔ کراچی: غیاء القرآن پبلی کیشنز جو لائی 2017ء، ج 4، ص: 250
- ²⁷ - مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم المسلم، رقم المحدث: 6541
- ²⁸ - آبوداؤد سلیمان بن اشعث سنن ابو داؤد مصر: مطبوعہ قابرہ 1394ھ، کتاب الأدب، باب فی المعنویۃ المسلم، رقم المحدث: 4946
- ²⁹ - آبوداؤد، سنن ابو داؤد، باب فی الغیبة، رقم المحدث: 4878
- ³⁰ - آبوداؤد، سنن ابو داؤد، باب فی الحکم، رقم المحدث: 4888
- ³¹ - ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ - جامع ترمذی - لاہور: مکتبہ رحمانیہ، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی تعظیم المؤمن، رقم المحدث: 2032
- ³² - آبوداؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الأدب، باب فی الغیبة، رقم المحدث: 4881
- ³³ - آبوداؤد، سنن ابو داؤد، باب الرجال بذب من عرض آخری، رقم المحدث: 4884

- ³⁴- مسلم، صحیح مسلم، باب البر، باب بشارة من ستر اللہ تعالیٰ علیہ فی الدنیا، رقم الحدیث: 6594.
- ³⁵- مسلم، صحیح مسلم، باب البر، باب بشارة من ستر اللہ تعالیٰ علیہ فی الدنیا، رقم الحدیث: 6595.
- ³⁶- بنحوی، حجیۃ النبی ابو محمد حسین بن محمد الفراء- شرح السنۃ- بیروت: دار الفکر 1317ھ، ج: 6، ص: 137، رقم الحدیث: 114.
- ³⁷- ابو داؤد، سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی الغیة، رقم الحدیث: 4891.
- ³⁸- ترمذی، جامع ترمذی، کتاب البر والصلة، رقم الحدیث: 1927.
- ³⁹- ترمذی، جامع ترمذی، کتاب البر والصلة، رقم الحدیث: 1929.
- ⁴⁰- نعماں، مولانا منظور احمد- معارف الحدیث۔ لاہور: نیشنل آئیڈمی 1920ء، ج: 6، ص: 136، رقم الحدیث: 107.
- ⁴¹- بخاری، الجامع لصحیح کتاب الجنائز، باب الامر باتابع الجنائز، رقم الحدیث: 1239- مسلم، صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من حق مسلم للسلم، رقم الحدیث: 2162، 6235.
- ⁴²- ابن ماجہ سنن ابن ماجہ- ریاض (السعویہ): مکتبہ دار السلام 1372ھ- کتاب الزهد، باب فضل الفقر، رقم الحدیث: 2124، 4122 مزیداً باب کی احادیث 4120 تا 4128.
- ⁴³- ترمذی، جامع الترمذی، کتاب البر والصلة، ماجاء فی الاحسان، رقم الحدیث: 2007.
- ⁴⁴- بخاری، الجامع لصحیح، کتاب الایمان، باب الدین النصیحة، رقم الحدیث: 58.57.
- ⁴⁵- بربان پوری، علی مقتی بن حسام الدین- کنز العمال فی سنن الاقوال والانفعال- مکتبہ شاملہ، ج: 16، ص: 127، رقم الحدیث: 9147.
- ⁴⁶- ترمذی، جامع الترمذی، کتاب فی حب الرجل لاختیه ملکب لنفسه، رقم الحدیث: 2515.
- ⁴⁷- بخاری، صحیح بخاری، باب: إِذَا أَكْرَهَ حَتَّى وَحْبَ أَوْبَاعَ، حدیث نمبر 6951.
- ⁴⁸- التین 4:95.
- ⁴⁹- بنی اسرائیل 17:17.
- ⁵⁰- ترمذی، جامع ترمذی، باب شرف بنی آدم، رقم الحدیث: 2023.
- ⁵¹- الاعراف 7:157.
- ⁵²- البقرۃ 2:256.

⁵³. Mohammed and Mohammedanism, The Book Tree, San Diego, California, 1875, P:36